© rasailojaraid.com

قرآن کے تحفظ پر ایک تاریخی نظر

{از جناب مولوی غلام ربانی صاحب ایم۔اے (عثمانیہ)}

(۳)

آخر اس وقت رقاع[1] سے جیسے کام لیا جاتا تھا ابتدائی کتابت کے وقت بھی کیا یہی رقاع نہیں مل سکتا تھا حیرت ہوتی ہے کہ قرآن ہی میں لوگ یہود کے متعلق

کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ان کی مثال اس گدھے کی ہے جو کتابیں لادے ہو

اور ان جیسی دوسری آیتیں پڑھتے ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی باور کئے جاتے ہیں کہ عرب کتابی ساز و سامان سے بالکل خالی تھا یہودیوں کو تو لکھنے کے لئے اتنا سامان مل سکتا تھا کہ گدھے بن کر اس کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لاد سکتے تھے لیکن پیغمبر کو قرآن کے چند اوراق کے لئے وہی چیزیں نہیں مل سکتی تھیں جن پر بازار کے برابر یہ کتابیں لکھا کرتے تھے۔ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ؕ

---

[1] لغت کی کتاب مجمع البحار میں "رقاع" کی تحقیق کرتے ہوئے ایک دوسری حدیث بھی نقل کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ آئیں گے "علی رقبته رقاع تخفق" پھر اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے اراد بالرقاع ما علیہ من الحقوق المکتوبۃ فی الرقاع جس کا مطلب یہی ہوا کہ دین اور قرض وغیرہ جیسے مطالبات ادا کئے بغیر جو مرجائیں گے قیامت کے دن ان مطالبات کے وثائق کو اپنی گردنوں میں باندھے نمودار ہوں گے اور مطالبات کے یہ وثائق رقاع میں لکھے ہوں گے، جس سے معلوم ہوا کہ رقاع کا یہ لفظ جو رقعہ کی جمع ہے اس کے متعلق یہ بات کہ وثائق اس پر لکھے جاتے تھے عرب کا عام دستور تھا گویا کاغذ کے لفظ کا جو حال اس وقت اردو میں ہے بلکہ "رقعہ" کا لفظ اردو میں بھی تو آج تک لکھی ہوئی تحریروں کے لئے بولا جاتا ہے دیکھو مجمع البحار ص ۲۷ ج ۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعہ یہ ہے کہ عرب کی ایامِ جاہلیت کی تاریخ سے جو واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس ملک کے شمال و جنوب میں کتب خانوں کے مختلف مراکز پائے جاتے تھے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے بہرحال ان تاریخی روایات کی روشنی میں قرآن کے اجمالی بیان کی یہ تشریح پیدا ہوتی ہے کہ قرآن کی ہر آیت کو ایک تو اس وقت لکھ لیا جاتا تھا جس وقت وہ نازل ہوتی تھی پھر ہر ہر سورہ مرتب ہونے کے بعد جس حد تک پہنچ جاتی تھی رسول اللہ صلعم اپنے صحابیوں کو لکھوا دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر قرآن کے لکھنے کے جس کام کا ذکر مستدرک حاکم والی روایت میں کیا گیا ہے اس میں کتابت قرآن کی اسی دوسری منزل کا پتہ ان الفاظ میں جو دیا گیا ہے کہ وہ ہم تالیف کرتے تھے" صحابہ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف سورتوں میں جدید اضافے وحی کے ذریعہ جو ہوتے رہتے تھے ان اضافوں کو متعلقہ سورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے سامنے بیٹھ کر جوڑتے تھے، اور یوں تدریجاً قرآن کی ان سورتوں کے وہ نسخے جو صحابہ کے پاس جمع ہوتے چلے جاتے تھے مکمل ہوتے رہے[1]۔

---

[1] مستدرک حاکم کی مذکورہ بالا روایت یعنی صحابی کا بیان کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن فی الرقاع (ہم لوگ رسول اللہ کے اردگرد بیٹھ کر قرآن کو رقاع میں تالیف کرتے تھے) خود اسی میں تالیف کرنے کا جو ذکر ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نقل نہیں کرتے تھے بلکہ جن جن سورتوں کی متعلقہ آیتیں اس وقت تک نازل ہو چکی ہوتیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی سورتوں کے ان مقامات پر ترتیب دے کر لکھا کرتے تھے جہاں پر ان کو ہونا چاہئے تھا۔ . . . . بیہقی نے بھی تالیف کا مطلب یہی لیا ہے لکھا ہے کہ المراد تالیف ما نزل من الآیات المفرقۃ فی سورھا وجمعھا (حاشیہ بخاری ج ۲ مطبوعہ ہند) جس کا حاصل وہی ہے جو میں نے عرض کیا اس کثرت سے صحابیوں نے براہ راست قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا تھا کہ عہد عثمانی میں جب حکومت کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ جس جس کے پاس پورا قرآن یا اس کی سورتیں ہوں ان کو [illegible] حاضر ہوں، تو بیان کیا جاتا ہے لوگوں نے لاکر جمع کرنا شروع کیا [illegible] بالورقۃ والادیم فیہ القرآن [illegible] کے ساتھ حاضر ہونے) اسی میں یہ بھی ہے کہ حتی جمع من

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بس یہی نہیں کہ قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر صحابہ صرف زبانی ہی یاد کرتے تھے، بلکہ جو لکھنا جانتے تھے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر جیسے جیسے سورتیں مکمل ہوتی چلی جاتی تھیں ان کی نقل بھی لیتے چلے جاتے تھے اور آنحضرت کے منشاء کے مطابق ان کو مرتب کرتے جاتے تھے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جس وقت تشریف لے گئے تو صحابہ کے سینوں میں بھی، اور ان کے سفینوں میں بھی قرآن محفوظ تھا سینوں کی حفاظت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ عہد نبوت ہی میں بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا تو جیسا کہ بخاری میں ہے شہید ہونے والوں کی تعداد ستر کے قریب تھی دھوکہ دے کر کفار نے ان کو قتل کر دیا تھا اور یہ سارے کے سارے قراء یعنی حافظ قرآن تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کل ایک سال بعد عرب کی ایک مقامی یورش کو دبانے کے لئے عہد صدیقی میں یمامہ (نجد) فوجی دستہ بھیجا گیا تھا لیکن اتفاقاً کثیر تعداد شہید ہو گئی، اس میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے حفاظ کی تعداد جیسا کہ بخاری کے حاشیہ میں ہے۔

کان عدتہ من القراء سبعمائۃ	قرآن کے حفاظ اس جنگ میں جتنے شہید ہوئے
ص ۵۷۵ ج ۲	تھے ان کی تعداد سات سو تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ذلک کثرۃ (یعنی بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ بہرحال کہنے کی بات یہ ہے جب یہ سارا ذخیرہ جمع ہو گیا تب حضرت عثمانؓ تشریف لائے روایت میں ہے

فدعاھم رجلا رجلا فناشدھم لسمعت	ایک ایک آدمی (یعنی صحابی) کو بلاتے اور قسم دے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو املہ علیک	دے کر فرماتے کہ واقعی تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیقول نعم — کنز العمال ص ۲۳۹ ج ۲	سے براہ راست سن کر لکھا ہے صحابی کہتے کہ ہاں

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآنی سورتوں کی ایسی نقلیں کتنی کثرت سے صحابہ میں پھیل چکی تھیں جو خود رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی تھیں ۱۲ مناظر احسن گیلانی [1] اس تعداد پر تعجب نہ کرنا چاہیے عام

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک معمولی مقامی مہم میں شہید ہونے والوں کے اندر خیال تو کیجئے کہ جب سات سات سو صحابی ہوتے تھے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ میں کتنی زیادہ تعداد حفاظ کی پائی جاتی تھی اور یہی حال مکتوبہ نسخوں کی کثرت کا معلوم ہوتا ہے جو ان ہی صحابیوں کے پاس موجود تھے مکہ کے ابتدائی زمانہ ہی میں کون نہیں جانتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام میں اسی وجہ سے داخل ہوئے تھے کہ ان کی بہن قرآن پڑھ رہی تھیں انھوں نے اس کو چھیننا چاہا تو بہن نے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ مشہور ہے اور سب جانتے ہیں کچھ نہیں تو ابتداء اسلام کا یہی ایک واقعہ اس عامیانہ خیال کی تردید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تاریخوں مثلاً طبری وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے ایک ہزار اور کئی سو آدمی مسلمانوں کی فوج کے یمامہ کی اس مہم میں شہید ہوئے تھے، شہداء میں بڑے بڑے لوگ مثلاً سالم مولی ابی حذیفہ اور حضرت عمر کے حقیقی بھائی زید بن الخطاب رضی اللہ عنہما اس جنگ میں کام آئے۔ قرآن کے متعلق حضرت سالم مولی ابی حذیفہ کی خاص خصوصیت صحابہ میں حاصل تھی بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن چار صحابیوں سے قرآن پڑھنے کا حکم عام مسلمانوں کو دیا کرتے تھے ان میں ایک سالم بھی تھے طبری وغیرہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سالم کے ساتھ جو فوجی دستہ تھا وہ اہل القرآن کا فوجی دستہ سمجھا جاتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے سالم ہی سے قرآن پڑھا تھا اور استاد کے ساتھ سب ہی شہید ہوئے تھے حضرت سالم کہتے بھی تھے کہ ہم قرآن والے لوگ ہیں پیچھے ہٹ نہیں سکتے اور واقعہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر رسول اللہ ہم لوگوں کو قرآن یاد کراتے تھے خود صحابہ پر بھی قرآن کے سیکھنے پڑھنے اور یاد کرنے کا جو بے پناہ جذبہ مسلط تھا اور اسی کے ساتھ اس کا بھی اگر خیال کیا جائے کہ امامت سے لے کر قبر میں دفن ہونے تک امتیاز اور ترجیح کا واحد معیار عہد نبوت میں صرف یہ تھا کہ قرآن کس کو زیادہ یاد ہے وہی امام بنایا جاتا تھا اور شہیدوں میں دفن کے وقت اسی کو پہلے دفن کیا جاتا تھا جو قرآن کے یاد کرنے میں زیادہ آگے ہوتا تھا عرب کا دماغ عام مشغلوں سے اس وقت خالی تھا علمی پیاس ان میں جب پیدا ہوئی تو سب سے پہلے تشنگی بجھانے کے لئے ان کو قرآن ہی ملا صحابہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن ان کے سینوں میں اس طرح جوش مارتا رہتا تھا جیسے کھولتی ہنڈیا جوش مارتی ہے جب ایک جگہ چند صحابی بھی جمع ہو جاتے تھے تو لوگوں کا بیان ہے کہ دوی کدوی النحل (شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ) کی آواز گونجنے لگتی تھی یعنی قرآن

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

کے لئے کافی ہے کہ ابتدائی یادداشتوں کے سوا کتابی شکل قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حاصل نہ کرسکا، کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمان عورتوں تک کے پاس قرآن کی نقلیں مکہ معظمہ ہی میں اور وہ بھی شروع اسلام ہی میں جب پائی جاتی تھیں تو زمانہ جیسے جیسے آگے کی طرف بڑھا کوئی وجہ ہوسکتی تھی کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی نقل نہ حاصل کرتے ہوں، ذرا خیال تو کیجئے کہ بخاری وغیرہ میں لوگ یہ بھی پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابیوں کو منع فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کو لے کر دشمن کے علاقے میں نہ جایا کرو اگر مکتوبہ شکل میں قرآن کے نسخے صحابہ کے پاس موجود ہی نہ تھے تو اس حکم کے معنی کیا ہوں گے اسی طرح کی روایتیں ہیں کہ ناظرہ یعنی دیکھ کر قرآن کے پڑھنے کا ثواب رسول اللہ بتلاتے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کا ورود جو یکایک شروع کیا تھا اس کی اطلاعات ہیں، سو کیوں تعجب کیجئے اگر یمامہ کی لڑائی میں سات سو قرآن کے حافظ شہید ہوگئے واقعہ کی اہمیت کا اقتضا تو یہی ہوا جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا کہ قرآنی مجموعہ کی شیرازہ بندی پر اصرار کے ساتھ آمادہ کیا۔ مناظر احسن گیلانی (اضافہ حاشیہ صفحہ ۷)

لہ سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ بہن کے زد و کوب سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں شرمندگی سی پیدا ہوئی اور بہن سے بولے کہ اعطینی الصحیفۃ التی سمعتکم تقرؤن انفا یعنی جو صحیفہ (کتاب) تم لوگوں سے میں نے ابھی پڑھتے ہوئے سنا مجھے دو، اس پر ان کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو ایسی حالت میں اس کو چھو نہیں سکتے (فاغتسل فاعطته الصحیفۃ) تب حضرت عمر نے غسل کیا اور ان کی بہن نے صحیفہ ان کو دیا (صحیفہ دینے کے اس قصہ کا ذکر علاوہ سیرت کی کتابوں کے دارقطنی کی سنن میں بھی ہے۔ البتہ بجائے غسل کے اس میں وضو کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے بہرحال احضار الصحیفۃ کے الفاظ اس روایت میں بھی ہیں، روض الانف میں لکھا ہے کہ اس صحیفہ میں صرف ایک سورۃ طٰہٰ ہی نہیں تھی بلکہ طٰہٰ کے سوا کا بھی پتہ چلتا ہے بعض روایتوں میں ہے کہ اذا الشمس کورت کی سورۃ بھی اس صحیفہ میں تھی جو حضرت عمر نے اپنی بہن سے مانگ کر پڑھا تھا، دیکھو صفحہ ۲۱۹ روض الانف مصری ۱۲ — لہ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ناظرہ دیکھ

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ زیادہ سے کیا اس حکم کی تعمیل کا تو یہ قرآن کے بغیر ممکن تھی یہی واقعہ بھی ہے جیسا کہ صحابہ خود ہی بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر وہ قرآن کی نقل حاصل کیا کرتے تھے اور یوں بکثرت قرآنی سورتوں کی نقلیں صحابہ کے پاس موجود تھیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ قرآن کی یہ سورتیں جن کی حیثیت مستقل رسالوں اور کتابوں کی تھی، ان سب کو ایک ہی تقطیع اور سائز کے اوراق پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کرانے کا طریقہ رسول اللہ کے عہد میں مروج نہیں ہوا تھا بلکہ ایک ہی مصنف کی مختلف کتابیں الگ الگ جلدوں کی شکل میں جیسے آجکل چھپی ہوئی ملتی ہیں یہی حال گویا عموماً قرآن کی ان سورتوں کا سمجھنا چاہیے تھا اگرچہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر ایک سے زائد صحابیوں نے یہ کام بھی کر لیا تھا لیکن اس کا عام رواج نہیں ہوا تھا[1] آنحضرت صلعم کے بعد عہد صدیقی میں قرآن کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ قرآن پڑھنے کا درجہ اسی قدر بلند ہے جتنا کہ فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت حاصل ہے بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ رسول کو جو دوست رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ قرآن کو مصحف میں پڑھے اور یہ روایتیں تو صحاح کی عام کتابوں میں پائی جاتی ہیں مگر دارمی کی وہ تاریخی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ آخری خطبہ میں جب اس مقام پر پہنچے یعنی فرما رہے تھے کہ لوگو! قبل اس کے کہ علم اٹھا لیا جاوے اس کو حاصل کرو۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا کہ کیا علم اٹھا لیا جائے گا حالانکہ "المصاحف" یعنی مکتوبہ قرآن کے نسخے ہمارے درمیان موجود ہیں کیا اس سے زیادہ صریح شہادت اس بات کی مل سکتی ہے کہ عہد نبوت میں گھر گھر قرآن کے نسخے پھیل چکے تھے اس سلسلے میں چاہا جائے تو اور بھی بہت سی روایتیں جمع ہو سکتی ہیں ۱۲ مناظر احسن گیلانی

[1] مراد اشارہ بخاری وغیرہ کی اس روایت کی طرف ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن کو چار آدمیوں نے جمع کیا اور یہ سب انصار سے تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو زید و زید بن ثابت عام طور پر جمع کرنے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ زبانی یاد کیا تھا مگر بیر معونہ میں ستر صحابی ایسے شہید ہوئے تھے جن کے متعلق بیان کیا گیا ہے جمعوا القرآن ابن شہاب زہری بجائے جمعوا کے قد جمعا

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو خدمت ہوئی ہے اس کا تعلق اسی واقعہ سے ہے میرا اشارہ بخاری وغیرہ کی اسی مشہور روایت کی طرف ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یمامہ میں حفاظِ قرآن کے شہداء کی غیر معمولی کثرت کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کے خصوصی کاتبِ وحی زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ایک نسخہ قرآن کا وہ تیار کریں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) زبانی یاد کیا تھا ان لوگوں نے قرآن کو) (دیکھو کنز العمال) مگر بجز حفظ قرآن کو ان ہی چار انصاری صحابیوں تک محدود کر دینے کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے میرے نزدیک ان چار صحابیوں نے کتابی شکل میں پورے قرآن کو جمع کیا تھا، یعنی قرآن کی کل سورتیں سارے قرآنی رسائل ان کے پاس مکتوبہ شکل میں موجود تھے اور یہ انحصار بھی بظاہر انصاری صحابیوں کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے محمد بن کعب القرظی کے حوالہ سے کنز العمال ہی میں جو روایت ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں جمع القرآن فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمسۃ من الانصار (یعنی انصار کے پانچ آدمیوں کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انھوں نے قرآن جمع کیا تھا) طبرانی کے حوالہ سے کنز العمال ہی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصاریوں میں مجمع بن جاریہ نے بھی قرآن جمع کیا تھا بجز دو یا تین سورتوں کے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصنف کی جیسے کل کتابیں لوگ جمع کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن اکثروں کے پاس کل تصنیفات نہیں ہوتے عہد نبوت میں عام صحابہ کا قرآنی سورتوں کے متعلق یہی حال تھا کنز العمال میں ابن داؤد کی کتاب المصاحف کے حوالے سے صحابہ کے متعلق یہ الفاظ صراحتًا بھی منقول ہیں یعنی کتبوا خلافہ فی الصحف والالواح (یعنی صحابہ نے قرآن کو صحیفوں اور تختیوں میں لکھ لیا تھا) ج ۲ ص ۴۵ بر مسند احمد میں لوگوں سے کیا کہوں کنز العمال ہی میں اس واقعہ کا تذکرہ جو ملتا ہے کہ قیس بن مروان نامی ایک صاحب کوفہ سے حضرت عمر کے پاس آئے اور آکر عرض کیا کہ ایک شخص کو کوفہ میں چھوڑ کر آیا ہوں جو قرآن کو زبانی لکھواتا ہے سن کر راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر غصہ سے بے خود ہو گئے، اور غصہ میں فرما رہے تھے ارے یہ کون شخص ہے جو ایسی حرکت کرتا ہے، قیس نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود یہی کرتے ہیں، ابن مسعود کا نام سن کر حضرت عمر کچھ ٹھنڈے پڑے اور فرمایا کہ خیر قرآن کے جاننے والوں میں میں نہیں جانتا کہ ان سے بھی بڑا عالم کوئی رہ گیا ہے" میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس روایت کے بعد یہ خیال کہ عام طور پر قرآن کو زبانی لکھوانے کی ممانعت تھی اور یہ کہ جو بھی قرآن لکھتا تھا کسی مکتوبہ نسخے سے نقل کرتا تھا اگر قائم کیا جائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ مناظر احسن گیلانی (کنز ج ۲ ص ۳۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ سمجھنے والوں نے خدا جانے اس روایت سے کیا کچھ سمجھ لیا اور عجیب و غریب نتائج پیدا کر لیے بعض اس روایت کو پیش کر کے مدعی ہو گئے کہ کتابی شکل قرآن نے عہد صدیقی ہی میں اختیار کی ورنہ اس سے پہلے اس کی حیثیت زبانی یادداشتوں کی سی تھی۔ مگر جو کچھ اب تک عرض کیا جا چکا ہے اس سے واقف ہونے کے بعد کوئی صاحب فہم لمحہ بھر کے لئے کیا اس مغالطے میں مبتلا رہ سکتا ہے؟ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ فقط لکھوانے ہی کا اگر قصہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو خود لکھوا سکتے تھے۔ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فرمان کے نافذ کرنے میں کشمکش کا اظہار کیا اگر بعد کو راضی ہو گئے انھوں نے کہا تھا کہ میں اس کام کو کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا بخاری والی روایت کے یہ الفاظ ہیں

کیسی عجیب بات ہے کہ رسول اللہ کا تو قاعدہ تھا کہ اترنے کے ساتھ ہی قرآن کی ہر آیت کو لکھوا دیتے تھے مگر حضرت ابوبکر یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے جس کام کو نہیں کیا اس کام کو میں کیسے کروں۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

پس اصل واقعہ یہی ہے کہ قرآن کی تمام سورتوں کو ایک ہی تقطیع اور سائز پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کرانے کا کام اور وہ بھی حکومت کی طرف سے یہ ایسا کام تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انجام نہیں دیا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خدمت کا مطالبہ کر رہے تھے چاہتے تھے کہ خلافت اور حکومت کی جانب سے اس کام کو باضابطہ طور پر انجام دلایا جائے بلاشبہ یہ ایک نیا اقدام تھا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس اقدام کے متعلق تردد ہوا تو اس کی یقیناً گنجائش تھی، لیکن بعد کو خود ان کا فیصلہ بھی یہی ہوا کہ بجائے متفرق رسالوں کی صورت میں رہنے کے یہ زیادہ مناسب ہے کہ تمام قرآنی سورتوں کو ایک ہی تقطیع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اوراق پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں سب کو مجلد کرا دیا جائے پھر جیسا کہ سب جانتے ہیں بخاری کی اسی روایت میں ہے کہ حضرت[1] زید بن ثابت کو حکومت کی طرف سے اس خدمت کے انجام دینے کے لئے ابوبکر صدیقؓ نے مقرر کیا۔ زید بن ثابتؓ نے بڑی محنت اور جان فشانی سے اس کام کو پورا کیا، کام کی رپورٹ کرتے ہوئے وہی باتیں کیں جو آج بھی کتابوں کے نقل کرنے والے خصوصاً قرآن جیسی اہم کتابوں کے لکھنے والے اور چھاپنے والے عموماً کرتے اور کہتے ہیں یعنی مختلف نسخوں کو بھی انھوں نے لکھتے وقت پیش نظر رکھا اور اسی سلسلہ میں آنحضرت صلعم کی لکھوائی ہوئی ابتدائی یادداشتیں جو رقاع، عسیب، لخاف وغیرہ پر تھیں ان کو بھی انھوں نے اپنے سامنے لکھتے وقت رکھ لیا تھا نیز ہر آیت کی تصحیح دو دو حافظوں سے بھی کرتے چلے جاتے تھے البتہ وہی سورہ برات کی آخر کی دو آیتیں ان کے متعلق رپورٹ میں انھوں نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ آنحضرت صلعم کی لکھائی ہوئی یادداشتوں میں وہ یادداشت تو ملی جس میں یہ آیتیں لکھی ہوئی تھیں اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ دو حافظوں کی تصحیح کی شرط جو تھی اس شرط کی پابندی بھی ان آیتوں کے متعلق میں نے نہیں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ان کو میں سنتا رہا اور ایک ایسے صحابی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے مساوی قرار[2] دیا تھا یعنی خزیمہؓ بن ثابت انصاری کی تصحیح کو کافی سمجھا جس کی وجہ غالباً وہی تھی

---

[1] امام مالک شہاب زہری سے اور شہاب زہری عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سالم کے حوالہ سے یہ روایت نقل کرتے تھے کہ زید بن ثابت نے "القراطیس" پر ابوبکر کے حکم سے قرآن کی کل سورتوں کو لکھا تھا، غالباً ایک ہی تقطیع کے اوراق جب بنائے جاتے تھے ان کو قراطیس کہتے تھے دیکھو اتقان ص ۶۰ ج ۱ ایک سائز کے اوراق پر لکھے ہونے کی وجہ سے ابوبکر صدیق کی حکومت کے مرتب کردہ اس نسخہ کو "ربعہ" بھی کہتے تھے دیکھو اتقان ص ۶۰ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طول و عرض ان اوراق کا مساوی تھا "ربعہ" (چوکھوٹا) کا لفظ بھی بتاتا ہے ۱۲ مناظر احسن گیلانی

[2] واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک بدوی جس کا نام سواء بن قیس المحاربی تھا اس نے رسول اللہ صلی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ سورہ براءت کی ان آیتوں کو بطور وظیفہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیوں کو پڑھنے کا عام حکم دے رکھا تھا، اسی لئے عام طور پر جانی پہچانی یہ دونوں آیتیں تھیں۔

بہرحال حکومت کی جانب سے ایک ہی تقطیع پر تمام قرآنی سورتوں کے لکھوانے اور سب کو ایک ہی جلد میں مجلد کرانے کا مرحلہ تو عہد صدیقی ہی میں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سال بعد ہی پورا ہو چکا تھا، علامہ قسطلانی شارح بخاری کے حوالے سے الاتقان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اللہ علیہ وسلم سے ایک گھوڑے کی فروخت کا معاملہ کیا گیا، پھر وہ مکر گیا اور بولا کہ معاملہ کس کے سامنے ہوا؟ واقعہ یہ تھا کہ معاملہ کے وقت کوئی دوسرا موجود نہ تھا، خزیمہ انصاری نے آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ بیشک معاملہ ہوا تھا۔ رسول اللہ نے پوچھا کہ تم کب موجود تھے جو گواہی دے رہے ہو۔ خزیمہ نے کہا کہ آپ کی رسالت کو جب ہم حق سمجھتے ہیں تو بھلا گھوڑے کے معاملے میں آپ کوئی خلاف واقعہ دعویٰ فرما سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقعہ پر فیصلہ فرمایا کہ خزیمہ جس کی موافقت یا مخالفت میں گواہی دیں ان کی گواہی کافی قرار دی جائے گی (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱۹)

؎ ان صحابی کا نام خزیمہ تھا یا ابوخزیمہ؟ واقدی کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راویوں سے کسی راوی کو ان کا نام خزیمہ یاد رہا اور کسی کو ابوخزیمہ، اگرچہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ خزیمہ نام بتانے والے صحت سے زیادہ قریب ہیں ان روایتوں میں ایک اختلاف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق عہد صدیقی کی قرآنی خدمت سے تھا یا حضرت عثمان کی حکومت نے جو کمیٹی بٹھائی تھی، اس وقت یہ واقعہ پیش آیا تھا مگر ظاہر ہے کہ عہد عثمانی میں اس واقعہ کے پیش آنے کی صورت ہی کیا تھی، عہد صدیقی میں قرآن کے سارے اجزاء کی شیرازہ بندی ہو چکی تھی عہد عثمانی میں تو عہد صدیقی کے اسی مرتبہ نسخہ کی نقل کی گئی تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن چند آیتوں کے متعلق زید بن ثابت نے یہ بیان دیا تھا یہ آیتیں سورہ براءت کی آخری دو آیتیں تھیں یا الاحزاب کی یعنی رجال صدقوا ما عاهدوا الله الایہ والی آیت تھی روایت کے راویوں کو اس میں بھی اشتباہ ہوا اور غالب قرینہ یہی ہے کہ براءت ہی والی آیت تھی کیونکہ عام طور پر بطور وظیفہ کے ان ہی دو آیتوں کے پڑھنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اسی لئے ہر خاص و عام کے یاد ہونے کی وجہ سے زیادہ تفتیش و تلاش کی ضرورت بھی نہ تھی، بلکہ روایتوں کے مختلف الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو ان سے واقعہ کی اصل صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی یادداشتوں میں سے صرف یہی ٹکڑا جس میں براءت کی یہ دونوں آیتیں تھیں

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے نقل کیا ہے کہ

قد کان القرآن کلہ مکتوبا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکنہ غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور

(قرآن کل کا کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں لکھا جا چکا تھا البتہ ایک جگہ ساری سورتوں کو جمع نہیں کیا گیا تھا یعنی ایک جلد میں مجلد ساری سورتیں نہ ہوئی تھیں)

حارث محاسبی نے جو امام حنبل کے معاصر ہیں اپنی کتاب فہم السنن میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں قرآنی یادداشتوں کا جو مجموعہ تھا "

کان القرآن فیھا منتشرا فجمعھا جامع وربطھا بخیط

اسی میں قرآنی سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں (ابوبکر کے حکم سے) جامع (یعنی زید بن ثابت نے) ایک جگہ سب سورتوں کو جمع کیا اور ایک دھاگے سے سب کی شیرازہ بندی کی۔

اور یہی کام یعنی ایک جلد میں مجلد کرانے کا کام عہد صدیقی میں انجام پایا لیکن دوسروں کو بھی اسی کی تقلید پر کہ ساری سورتوں کو ایک ہی تقطیع پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کرائیں اور سورتوں کی جلد بندی میں جو ترتیب رکھی گئی تھی اسی کی پابندی کریں اس پر لوگوں کو مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ایک ہی مصنف کی چند کتابوں کو مختلف سائز کے اوراق پر لوگ چھاپتے ہیں اور کسی خاص ترتیب کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) زید کو جس آیت کا فقدان ہوا تھا وہ خود فرماتے ہیں کہ وہ ٹکڑا مفقود تھا فالتمسناھا فوجدناھا مع خزیمة (یعنی ہم لوگوں نے اس کو ڈھونڈھا تو خزیمہ کے پاس وہ گم شدہ رقعہ یا ٹکڑا مل گیا) بجائے مفرد صیغے کے التمسنا (ہم لوگوں نے ڈھونڈھا) جمع کا صیغہ جو استعمال کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابی بھی تلاش میں شریک تھے خزیمہ کے پاس یہ رقعہ یا ٹکڑا کیسے پہنچ گیا تھا ممکن ہے کہ نقل کرنے یا کسی دوسری غرض سے رسول اللہ سے خزیمہ مانگ کر لے گئے اور واپسی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی یا کسی اور وجہ سے واپس کرنے کا موقعہ ان کو

© rasailojaraid.com

پابندی کے بغیر جس کے جی میں جس طرح آتا ہے ان کی جلد بند ہوتا ہے کچھ یہی حال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک رہا لوگوں کی انفرادی آزادی میں حکومت نے دخل دینا مناسب نہ خیال کیا لیکن مختلف ممالک وامصار کے لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے جن میں عرب ہی نہیں بلکہ بیرون عرب کی بھی ایسی بڑی آبادیاں شریک تھیں جن کی مادری زبان عربی نہ تھی، عربی الفاظ و حروف کے صحیح تلفظ کی قدرت طبعاً ان میں نہیں پائی جاتی تھی نیز خود عرب میں بھی قبائلی اختلاف لب ولہجہ میں بکثرت پایا جاتا تھا اور اختلاف کی یہ نوعیت دنیا کی تمام زبانوں میں عام ہے، ابن قتیبہ نے لب ولہجہ کے قبائلی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

فالھذلی یقرء عتی حین والاسدی یقرء تعلمون بکسر التمیمی یھمل والقرشی لا یھمل[۱]

ہذلی یعنی بنی ہذیل کے قبیلہ والے (حتی حین) کو عتی عین پڑھتے ہیں، اسی طرح تعلمون کی ت کو زیر کے ساتھ اسدی یعنی بنی اسد والے تلفظ کرتے ہیں اسی طرح تمیمی اہمال سے کام لیتا ہے قریشی یہ نہیں کرتا۔

اسی طرح تابوت کا تلفظ خود مدینہ والے تابوہ کرتے تھے اور بھی اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں قرآن کے پڑھنے میں عربی قبائل اور عجمی نومسلموں کی طرف سے ان اختلافات کا جب ظہور ہوا اور ہر ایک اپنے تلفظ کی صحت پر اصرار بے جا کرنے لگا تو اس وقت حضرت حذیفہ بن یمان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نسخہ کی نقل کے لئے ایک سررشتہ قائم کردیا جو عہد صدیقی میں تیار ہوا تھا اس سررشتہ کے افسر وہی حضرت زید بن ثابت[۲] ہی مقرر کئے گئے جنہوں نے عہد صدیقی میں نسخہ تیار کیا تھا اور مزید گیارہ ارکان کا ان کی

---

[۱] تبیان فی مباحث القرآن ص۔۔۔ صالح الجزاوی [۲] زید بن ثابت نوعمری میں مسلمان ہوئے تھے آنحضرت (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

امداد کے لئے اضافہ کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کتابت کی حد تک قرآن کو اسی لہجہ اور تلفظ میں لکھا جائے جو رسول اللہ صلعم کا تلفظ اور لہجہ تھا اسی سررشتہ نے چند نقلیں تیار لیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف صوبوں کے پایہ تخت میں بھیج کر فرمان جاری کردیا کہ اپنے اپنے قبائل یا انفرادی لہجوں یا تلفظ کے لحاظ سے لکھے ہوئے قرآن لوگوں کے پاس جو موجود ہیں وہ حکومت کے حوالہ کردئے جائیں تاکہ ان نسخوں کو معدوم کر دیا جائے۔

عہد عثمانی میں قرآنی خدمت کی صحیح تنقیح | حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن شریف کی خدمت یہی اور صرف یہی ہوئی ہے جو بجائے خود بہت بڑی اور اہم خدمت ہے ورنہ عربی قبائل اور عجمیوں کے مختلف تلفظ کی بنیاد پر لکھے ہوئے قرآن خدانخواستہ اگر دنیا میں پھیل جاتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ دشمنان اسلام اس بات کو بتنگڑ بنا کر بات سے کہاں پہنچا دیتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ کتابت کی حد تک انھوں نے قرآن میں وحدت کا رنگ پیدا کر دیا رہا تلفظ تو ظاہر ہے کہ اس میں وحدت کا مطالبہ انسان کے بس کی بات تھی بھی نہیں اسی لئے اس مطالبے کو نظر انداز کر دیا گیا اور آزادی بخشی گئی کہ جس کا جو تلفظ ہے یا تلفظ کی جس نوعیت پر جو قادر ہے اسی تلفظ اور لب ولہجے میں قرآن شریف کو وہ پڑھ سکتا ہے ایک حدیث بھی رسول اللہ صلعم کی موجود تھی جس میں فیصلہ فرما دیا گیا تھا کہ قرآن مجید ایک ہی "حرف" یعنی تلفظ پر نازل نہیں ہوا ہے بلکہ "سبعۃ احرف" یعنی متعدد تلفظ کی اس میں گنجائش ہے۔ اگرچہ کوشش تو اسی کی کرنی چاہئے کہ اسی لب ولہجہ میں قرآن کی تلاوت ہر مسلمان کو میسر ہو جو رسول اکرم صلعم کا لب ولہجہ تھا اسی لئے تجوید اور قرأت کا ایک مستقل فن ابتداء ہی سے مسلمانوں میں مروج ہو گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ کتابت کا کام ان سے لیا کرتے تھے حتیٰ کہ اسی سلسلہ میں یہودیوں کے حروف اور زبان کی تعلیم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انھوں نے حاصل کی تھی یہ ان صحابیوں میں ہیں جنھوں نے تصنیفی یادگار چھوڑی ہی فرائض و مواریث کے متعلق ان کی ایک کتاب کا ذکر مورخین کرتے ہیں۔ ۱۲ مناظر احسن گیلانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عبرت کے لئے (یعنی یہ بتانے کے لئے کہ کوشش کی جائے تو غیر عربی آدمی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریشی لب و لہجہ میں قرآن پڑھ سکتا ہے) قرأت و تجوید کے لئے اسی قسم کے لوگوں کا عہد صحابہ و تابعین ہی میں عموماً انتخاب کیا گیا جو نسلاً عرب نہ تھے فن قراۃ کے ائمہ بعد کو بھی عجمی نژاد قاریوں کی جماعت ہوئی۔[لہ]

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا کارنامہ قرآن کے متعلق جو کچھ بھی ہے وہ یہی ہے کہ کتابت کی حد تک تلفظ اور لب و لہجہ کے تعلقات کو ہمیشہ کے لئے تمام کر دیا گیا اور یہ کام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً کل چودہ پندرہ سال بعد انجام پایا۔ آج ممکن ہے کہ خلافت عثمانی کے عہد کی اس قرآنی خدمت کی قیمت و اہمیت کا لوگوں کو صحیح اندازہ نہ ہو سکے لیکن ذرا سوچئے تو سہی کہ ابتداء ہی میں مسلمانوں کو کتابت کی اسی ایک شکل پر جمع نہ کر دیا جاتا تو نتیجہ کیا ہوتا۔؟

عجمی مسلمانوں کو تو رہنے دیجئے خود عربی قبائل میں تلفظ اور لہجوں کے اختلافات کیا معمولی تھے قرآنی آیت "قد جعل ربک تحتک سریا" کو قبیلہ قیس والے چونکہ تانیث کا تلفظ ش سے کرتے تھے ظاہر ہے کہ اس بنیاد پر یہی آیت قیس کے قبیلہ والوں کے قرآن میں اس شکل میں لکھی ہوئی ملتی یعنی "قد جعل ربش تحتش سریا" قیس کے اس طرز تلفظ کا اصطلاحی نام کشکشہ قیس تھا اسی طرح تمیم والے اَن کے لفظ کو عن کی شکل میں ادا کرتے تھے اس کا نام عنعنہ تمیم تھا مثلاً عسی اللہ ان یاتی بالفتح کو عسی اللہ عن یاتی

لہ اور واقعی اس پر تعجب ہوتا ہے کہ قراء قرآن کے طبقہ اولیٰ ہی میں ہم قالون اور ورش وغیرہ نام رکھنے والے بزرگوں کو پاتے ہیں۔ ورش تو خیر کہتے ہیں کہ ورشان (فاختہ) کے عربی لفظ کا اختصار ہے لیکن قالون کے متعلق تو اس کی تصریح کی گئی ہے کہ یہ یوروپین یعنی رومی لفظ ہے مطلب ہے کہ عربی میں پہنچ کر صرف اتنا تصرف ہوا کہ کالون کو قالون یعنی کاف کو قاف سے بدل دیا گیا کہتے ہیں کہ کالون کے معنی جید کے ہیں۔ باقی یوں تو آپ کو قراء سبعہ جو اس فن کے ائمہ ہیں ان میں زیادہ تر عجمی النسل اور موالی طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات ملیں گے۔ ۱۲ مناظر حسن گیلانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا غنہ کی شکل میں ادا کرتے تھے اور سب سے دلچسپ اس قبیلہ کا تلفظ تھا جو س کو ت کی شکل میں ادا کیا کرتا تھا اسی وجہ سے پوری سورہ والناس کی ہر آیت کے آخری لفظ میں بجائے س کے ت ان کے قرآن میں ہم گویا ت کو پاتے مثلاً قل اعوذ برب النات الخ اس معاملہ میں لوگ اس درجہ مجبور تھے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جو ہذلی قبیلہ سے تھے ان تک کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لئے ٹوکا کہ وہ "حتیٰ حین" کا تلفظ "عتیٰ حین" کی شکل میں کر رہے تھے[ۓ]۔

جب خالص عربی قبائل کا یہ حال تھا تو بیچارے عجمیوں میں پہنچ کر قرآنی نسخوں کی جو حالت ہوتی وہ ظاہر ہے۔

دور کیوں جائیے ہندوستان ہی کا نتیجہ کیا ہوتا کھلی ہوئی بات ہے کہ اس صورت میں جتنے قرآن پنجاب میں طبع ہوتے اس میں ہر جگہ بجائے ق کے ک ہی چھاپا جاتا اسی طرح دکن میں جو قرآن چھپتے ق کی جگہ خ اور خ کی جگہ ق لوگوں کو ہر جگہ نظر آتا اور اس قسم کے اختلافات کو کون گن سکتا ہے ہر تھوڑے فاصلہ سے تلفظ اور لہجے کے یہ اختلافات زبانوں میں پیدا ہی ہو جاتے ہیں۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مدرسہ کے معلمین جو مختلف لہجوں میں قرآن پڑھاتے تھے انھیں میں کفّر بعضھم بعضاً کی نوبت تک آگئی تھی تو سمجھا جا سکتا ہے کہ آگے بڑھکر یہی اختلافات مسلمانوں کو خطرہ کے کس نقطہ تک پہنچا دیتے؟۔

واقعہ یہ ہے کہ ——— حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کی اس خدمت کے مسلمان بہت ممنون نظر آتے ہیں اور عموماً اس کا تذکرہ کرتے ہیں حتیٰ کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے

ۓ قبائل عرب کے لب و لہجہ کے اختلافات کے سلسلہ میں جو مثالیں دی گئی ہیں علاوہ دوسری کتابوں کے الجزائری کی تبیان میں بھی اس کا کافی مواد مل سکتا ہے دیکھئے صفحات ۳۷ و ۴۷ وغیرہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کا ذکر بھی اسی کتاب میں کیا ہے ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ "عثمان نے بہت اچھا کیا اور جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ سے کیا انھوں نے پوچھا کہ مسلمانوں میں یہ جھگڑا جو چھڑ گیا ہے کہ ہر ایک اپنی قرأت کو دوسروں کی قرأت سے بہتر قرار دیتا ہے بلکہ دوسرے کی قرأت کو کفر کی حد تک بھی پہنچا دیا جاتا ہے اس کا علاج کیا کیا جائے؟ ہم لوگوں نے پوچھا آپ نے کیا علاج سوچا ہے۔ عثمان نے کہا

(اری) ان نجمع الناس علی مصحف واحد[1] — میں خیال کرتا ہوں کہ لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کر دیا جائے۔

یہی "جمع الناس علی مصحف واحد" عہد عثمانی کی قرآنی خدمت کی صحیح تعبیر ہے یعنی مسلمانوں کو ایک ہی مصحف پر آپ نے جمع کر دیا۔ عوام نے ان کے اسی خطاب کو جامع القرآن[2] کے نام سے مشہور کر دیا جو نہ صرف یہی کہ واقعہ کی صحیح تعبیر نہیں ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ عام طور پر اس تعبیر سے بڑی غلط فہمی پھیل گئی۔ لوگ سمجھنے لگے کہ حضرت عثمان رضؓ سے پہلے گویا قرآن جمع کیا ہوا یا لکھا ہوا نہ تھا اور یہ تو خیر ایک تعبیری غلطی ہے بجائے جامع القرآن کے جامع الناس علی القرآن سے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اس کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر یہی قصہ یعنی حضرت عثمانؓ کی طرف قرآن کی اسی خدمت کا انتساب اور اس کی شہرت ایک بڑے فتنے کا مقدمہ بن گئی۔ اور اب ہم اسی فتنے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

---

[1] دیکھو مختصر کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۵۔ [2] یہ عجیب بات ہے کہ مسلمانوں میں یہ غلط فہمی زمانہ سے پھیلی ہوئی ہے تیسری صدی کے مشہور صوفی اور عالم حارث محاسبی کا یہ قول اتقان میں سیوطی نے نقل کیا ہے المشہور عند الناس ان جامع القرآن عثمان ولیس کذلک انما حمل عثمان الناس علی القراۃ لوجہ واحد (لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت عثمان جامع القرآن ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے انھوں نے لوگوں کو قرآن کی ایک ہی قرأۃ پر صرف جمع کیا) ص ۶۲ اتقان ہی میں ابن التیقن کا قول نقل کیا ہے کہ صرف قریش کے لغت اور لب ولہجہ پر حضرت عثمان نے قرآن لکھوایا، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کان وسع فی قراتہ بلغۃ غیرھم رفعاً للحرج والمشقۃ فی ابتداء الامر (کتابت کی حد تک قریش کے لب ولہجہ کی پابندی کی گئی باقی پڑھنے میں حضرت عثمان نے بھی اجازت دے رکھی تھی کہ دوسرے لہجہ و تلفظ میں بھی لوگ پڑھ لیں اس سے تنگی اور مشقت کا ازالہ مقصود تھا) ص ۶۰

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہزارہا سال کے قدیم ترین تاریخی وثائق قرآن کی روشنی میں

(۲)

حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

(حیدرآباد دکن)

حیرت ہوتی ہے کہ سحر اور جادو میں ایک طرف ان ہی مصریوں نے یہ کمال پیدا کیا تھا کہ بعض مورتیاں اس شکل میں برآمد ہوتی ہیں کہ ایک آدمی مگرمچھوں کو پاؤں کے نیچے دبائے ہوئے ہے، اور اپنے دونوں ہاتھوں میں متعدد سانپوں، بچھوؤں کو بھی پکڑے ہوئے ہے اور ان ہی کے ساتھ دم کے ساتھ شیر کو بھی اٹھائے ہوئے ہے، یہ مورتی مصری میوزیم میں موجود ہے،

مگر دوسری طرف ان ہی آثار سے جو مصر کے مختلف مقامات سے برآمد ہو رہے ہیں اور چوتھی، پانچویں صدی قبل مسیح کے مورخین مثلاً ہیرودوٹس یونانی، ڈیوڈورس صقلی، پلوٹارک وغیرہ کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی جانوروں کو مصری آخر میں پوجنے لگے تھے۔

عہد فراعنہ میں کہتے ہیں کہ یکے بعد دیگرے تیس خانوادوں کی حکومت مصر میں قایم ہوتی رہی افلاطون کا بیان ہے، کہ مصریوں کے دین اور دھرم کی اس عجیب و غریب شکل کی ابتدا چھبیسویں خانوادے سے شروع ہوئی، اور رومی جب مصر پر قابض ہوئے تو ملک ان ہی حیوانی معبودوں اور دوسرے دیوتاؤں کے نیچے پڑا ہوا تھا، حالت یہ ہو گئی، کہ جن سانپوں کی پرستش کرتے تھے اگر وہ کاٹتا تو اس کو خوش قسمتی خیال کرتے تھے۔ یا جن درندوں کو پوجتے تھے اگر پکڑ لیتا تو بخوشی اس پر راضی ہو جاتے

© rasailojaraid.com